© rasailojaraid.com

فصل چہارم

آخرت پر ایمان لانے کی دعوت

(۵)

آخرت میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا آخری اہم بات جو قرآن مجید نے آخرت کے سلسلے میں بتائی وہ یہ تھی کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی، کجا کہ کسی کو اپنے باپ، بھائی، بیٹے، بیوی، شوہر، دوست یا مُرید اور پیر و کو بچانے کی فکر ہو۔ ہر شخص اپنے اعمال کا بوجھ خود اُٹھائے گا، کوئی نہ کسی دوسرے کا بوجھ رتّی برابر بھی اُٹھانے کے لیے تیار ہوگا، اور نہ خدا کا انصاف یہ گوارا کرے گا کہ ایک کا بارِ گناہ دوسرے پر ڈال دیا جائے۔ فیصلہ اُس وقت بالکل اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہوگا جو مالک یوم الدین ہے۔ اُس دربار میں بولنے کا یارا کسی کو نہ ہوگا اِلّا یہ کہ اللہ خود اجازت دے اور وہ ٹھیک بات کہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ (الفاطر: ۱۸)	کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ اور اگر کوئی لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ایک ادنیٰ حصہ بھی ہٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

"بوجھ" سے مراد اعمال کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے، اور ہر ایک پر صرف اس کے اپنے ہی عمل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس امر کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری کا بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی دوسرے پر ڈال دیا جائے۔ اور نہ یہی ممکن ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ذمہ داری کا بار خود اپنے اُوپر لے لے اور اُسے بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس کے جرم میں پکڑوا دے۔ یہ بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں اس بنا پر فرمائی جا رہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جو لوگ اسلام قبول کر رہے تھے، اُن سے اُن کے مشرک رشتہ دار اور برادری کے لوگ کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے اِس نئے دین کو چھوڑ دو اور دینِ آبائی پر قائم رہو، عذاب ثواب ہماری گردن پر۔

پہلے فقرے میں اللہ کے قانونِ عدل کا بیان ہے کہ وہ ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہ پکڑے گا، بلکہ ہر ایک کو اُس کے اپنے ہی گناہ کا ذمہ دار ٹھیرائے گا۔ اور بعد کے فقرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ آج یہ بات کہہ رہے ہیں کہ تم ہماری ذمہ داری پر کفر و معصیت کا ارتکاب کرو، قیامت کے روز ہم تمہارا بارِ گناہ اپنے اُوپر لے لیں گے، وہ دراصل محض ایک جھوٹا بھروسہ دلا رہے ہیں جب قیامت آئے گی اور لوگ دیکھ لیں گے کہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں تو ہر ایک کو اپنی پڑ جائے گی۔ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے منہ موڑ لے گا۔ اور کوئی کسی کا ذرہ برابر بوجھ بھی اپنے اُوپر لینے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ	اُس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ	باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اُن میں
وَبَنِيْهِ ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ	سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے
يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۔	سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

(عبس ۔ ۳۴ تا ۳۷)

بھاگنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اُن عزیزوں کو جو دنیا میں اُسے سب سے زیادہ پیارے تھے مصیبت میں مبتلا دیکھ کر، بجائے اس کے کہ اُن کی مدد کو دوڑے، اُلٹا اُن سے بھاگے گا کہ کہیں وہ اسے مدد کے لیے نہ پکار بیٹھیں۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں خدا سے بے خوف اور آخرت سے غافل ہو کر یہ سب جس طرح ایک دوسرے کی خاطر گناہ کرتے اور ایک دوسرے کو گمراہ کرتے رہے، اُس کے بُرے نتائج سامنے آتے دیکھ کر اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگے گا کہ کہیں وہ اپنی گمراہیوں اور گناہگاریوں کی ذمہ داری اُس پر نہ ڈالنے لگے۔ بھائی کو بھائی سے، اولاد کو ماں باپ سے، شوہر کو بیوی سے، اور ماں باپ کو اولاد سے خطرہ ہوگا کہ یہ کم بخت اب ہمارے خلاف مقدمہ کے گواہ بننے والے ہیں۔

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ہ	اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا
يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ	حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ	کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو،
بِبَنِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ	اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین
وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُـْٔوِيْهِ ۙ وَ	خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا اور رُوئے
مَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ	زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ
يُنْجِيْهِ ۙ (المعارج - ۱۰ تا ۱۴)	تدبیر اُسے نجات دلا دے۔

یعنی ایسا نہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں رہے ہوں گے اِس لیے نہ پوچھیں گے۔ بلکہ ہر ایک اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا کہ دوسرے پر کیا بن رہی ہے اور پھر وہ اسے نہ پوچھے گا، کیونکہ اس کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس کے برعکس وہ چاہے گا کہ ان سب کو فدیہ میں دے کر خود چھوٹ جائے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا	ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع
شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۭ (المومن - ۱۸)	جس کی بات مانی جائے۔

ظالم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے حق پر ظلم کر کے ناحق اور ناراستی کا طریقہ اختیار کیا ہو۔ حَمِیم سے مراد کسی شخص کا ایسا دوست ہے جو اس کو پٹتے دیکھ کر جوش میں آئے اور اُسے بچانے کے لیے دوڑے۔ آخری بات برسبیل تنزّل، کفار کے عقیدۂ شفاعت کی تردید کرتے ہوئے فرمائی گئی ہے۔ حقیقت میں تو وہاں ظالموں کا کوئی شفیع سرے سے ہوگا ہی نہیں، کیونکہ شفاعت کرنے کی اجازت اگر مل بھی سکتی ہے تو اللہ کے نیک بندوں کو مل سکتی ہے، اور اللہ کے نیک بندے کبھی کافروں اور مشرکوں اور فُسّاق و فُجّار کے دوست نہیں ہو سکتے کہ وہ انہیں بچانے کے لیے سفارش کا خیال بھی کریں۔ لیکن چونکہ کفار و مشرکین اور گمراہ لوگوں کا بالعموم یہ عقیدہ رہا ہے، اور آج بھی ہے، کہ ہم جن بزرگوں کے دامن گرفتہ ہیں وہ کبھی ہمیں دوزخ میں نہ جانے دیں گے بلکہ اَڑ کر کھڑے ہو جائیں گے اور ہم کو بخشوا کر ہی چھوڑیں گے، اس لیے فرمایا گیا کہ وہاں ایسا شفیع کوئی بھی نہ ہوگا جس کی بات مانی جائے، اور جس کی سفارش اللہ کو لازماً قبول ہی کرنی پڑے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ	وہ دن جبکہ روح (جبریل) اور فرشتے صف بستہ
صَفًّا ۭ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ	کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا سوائے اُس کے جس کو
لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۔	رحمان اجازت دے اور وہ ٹھیک بات کہے۔
(النّبا - ۳۸)	

یعنی میدانِ حشر میں دربارِ الٰہی کے رعب کا یہ عالم ہوگا کہ اہلِ زمین ہوں یا اہلِ آسمان، کسی کی بھی یہ مجال نہ ہوگی

© rasailojaraid.com